قرآنی تمثیلات کا سبق

سیف اللہ اصغر

قرآن مجید تعلیماتِ الٰہی اور احکام کی تفہیم کے لیے مختلف اسلوب اختیار کرتا ہے۔ کبھی قصے کا اسلوبِ بیان اختیار کرتا ہے، کبھی ترغیب وترہیب کا پیرایۂ بیان، تو کبھی تشبیہ وتمثیل کا انداز۔ اس تبدیلی پیرایۂ بیان کا مقصد یہ ہے کہ حقائق ومعانی، احکام وفرامین، ذہنوں اور دلوں میں پورے طریقے سے بیٹھ جائیں۔

تمثیل (allegory) کا اسلوب بھی اسی مقصد کے لیے ہے، تاکہ اعلیٰ حقائق دل کی گہرائیوں میں اتر جائیں، ذہن ودماغ کے دریچوں میں اچھی طرح رچ بس جائیں۔ تمثیل ادب کی ایک دل نواز قسم ہے، جو بات کو سمجھانے کے لیے تیر بہ ہدف کا اثر رکھتی ہے۔ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ہر پیغمبر، حکیم، خطیب، مصنف اور ہر استاد تمثیلات وتشبیہات کو بھی اختیار کرتا ہے۔ اسی وجہ سے انبیا وحکما کے کلام میں اس کی بڑی کثرت پائی جاتی ہے۔

سیدنا مسیح علیہ السلام ایسی ایسی تمثیل دیتے ہیں کہ بڑے سے بڑا عقلی استدلال بھی وہاں پھیکا معلوم ہوتا ہے۔ حکما وصوفیا میں تمثیلات کے امام مولانا رومیؒ کو مانا جاتا ہے۔ احادیث بھی تمثیلات کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں کیوں کہ اعلیٰ حقائق اور روحانی نکات کو جب تک تمثیل کی شکل میں نہ بیان کیا جائے، اس وقت تک وہ عام عقل کی گرفت میں نہیں آتے۔

تمثیل کی اسی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اہل قلم حضرات نے قرآنی تمثیلات کے مختلف موضوعات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے مرتب کردہ تمثیلات قرآنی، خالد محمود کی امثال القرآن اور عربی میں الامثال فی القرآن محمود بن شریف کی تالیف ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں علوم القرآن کے موضوع پر موجود تقریباً تمام کتابوں میں

اس عنوان کے تحت بحث ملتی ہے۔ مثال کے طور پر: مناہل العرفان فی علوم القرآن ، مباحث فی علوم القرآن اور الاتقان فی علوم القرآن وغیرہ۔

تمثیلاتِ قرآنی کی اقسام

تمثیلات قرآنی کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک تمثیل کی وہ صورت ہے، جس میں لفظ 'مثل' کی صراحت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں لفظ 'مثل' مذکورہ ہے۔ مثلاً:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ (البقرہ۲:۲۶۱) جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اس طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔

اس آیت میں لفظ 'مثل' کا استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کی گئی مال و دولت کا اجر وثواب بتا رہا ہے۔ فرمایا جو مال اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کی خاطر لوگوں میں خرچ کیا جائے گا اس کا اجر وثواب کیسے دوگنا، تین گنا سے لے کر سات سوگنا تک ہوجائے گا۔ تم اسے ایک دانے کی مثال سے سمجھو۔ یہ بات سب کے مشاہدے میں ہے کہ ایک دانہ بویا جاتا ہے اس سے کئی بالیاں اور شاخیں نکلتی ہیں۔ پھر ان شاخوں اور بالیوں سے بے شمار غلے اور دانے پیدا ہوتے ہیں۔

ایک دانے کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھا رہا ہے کہ جس ربّ کی یہ شان اور قدرت ہے کہ مناسب موسم اور صحیح طریقے سے بوئے گئے ایک دانے سے وہ کئی سو دانے پیدا کرسکتا ہے، تو کیا اس ربّ کی یہ شان نہ ہوگی کی صحیح جگہ اور درست نیت سے خرچ کیا ہوا مال کا اجر وثواب بھی کئی سو گنا بڑھا کردے۔

اس کے بالکل برعکس جو لوگ مال و دولت لوگوں پر احسان جتانے کے لیے یا انھیں بُرا بھلا کہہ کر خرچ کرتے ہیں، انھیں اس خرچ کا ذرہ بھر بھی اجر وثواب ملنے والا نہیں ہے۔ اس حقیقت کو

اللہ تعالیٰ نے کتنے دل نشین انداز میں مثال سے سمجھایا ہے کہ ہر خاص و عام کی سمجھ میں فوراً اور آسانی سے آجائے۔

فرمایا: ''ریا کارانہ خرچ اور احسان جتا کر، دلوں کو دُکھا کر کیا گیا خرچ ایسے ہی برباد اور نیست ونابود ہوجائے گا جیسے ایک صاف شفاف چٹان ہو اور اس پر مٹی پڑی ہوئی ہو۔ جب اس مٹی پر بارش کی ایک ہلکی سی پھوار پڑتی ہے تو وہ چٹان بالکل صاف اور چکنی ہوجاتی ہے جیسے اس پر مٹی تھی ہی نہیں۔ بالکل اسی طرح اس خرچ پر کوئی اجروثواب نہیں ملنے والا ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اور احسان جتا کر خرچ کیا گیا ہوگا''۔

۲- دوسری وہ تمثیل ہے، جس میں لفظ 'مثل' کی صراحت نہ ہو، لیکن معنوی طور پر تمثیل کا انداز پایا جاتا ہے، جیسے غیبت کی کراہت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ط وَاتَّقُوا اللہَ ط اِنَّ اللہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ o (الحجرات۴۹:۱۲) کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے۔ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو، اللہ سے ڈرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

اس آیت میں لفظ 'مثل' کا ذکر نہیں ہے، لیکن معنوی مثال دے کر غیبت کی شناعت، حرمت اور اس کے گھناؤنے پن کو واضح کر دیا ہے۔ آدمی کا کسی کی غیبت کرنا کتنا گھناؤنا اور بدمزہ کام ہے کہ اسے مثال دے کر بتایا گیا کہ اگر کوئی مسلمان اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرتا ہے تو گویا وہ اپنے ہی مُردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ اس مثال میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ مُردہ گوشت کھانے سے طبیعت کو گھن آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے گھناؤنے پن میں اور اضافہ ہوجائے گا جب وہ مردہ گوشت خود اپنے بھائی کا ہو۔ گویا جب ہر آدمی اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانے سے گھن کھاتا ہے تو اس سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے بھائی کی غیبت سے بھی گھن آنی چاہیے اور اس سے بچنا چاہیے۔

تمثیلات کے فوائد

- عقلی چیز کو حسی چیز میں پیش کرنا کیوں کہ کبھی کبھی عقلی باتیں اس وقت تک ذہن ودماغ میں

پیوست نہیں ہو پاتیں جب تک انھیں حسی قالب میں نہ ڈھالا جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نمود و نمایش کے لیے خرچ کرنے والوں کا حال بیان کیا ہے کہ انھیں ان کے انفاق کا کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ دکھاوا اور ریا کی غرض سے خرچ کیے ہوئے مال پر اجر و ثواب کا نہ ملنا ایک عقلی بات ہے۔ اسے حسی صورت میں یوں بیان کیا کہ اس ریا کارانہ صدقے کی حالت ایسی ہے جیسے پتھر کی چکنی چٹان جس پر خاک پڑی ہو اور موٹے قطروں کی بارش اس پر برسے اور اسے صاف چکنا کر کے چھوڑ دے۔

- اصل حقیقت سے پردہ اُٹھانا، پردۂ خفا سے معرض وجود میں لانا، جیسے سورۂ بقرہ میں سود کھانے والوں کی حالت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اصل حقیقت سے پردہ اُٹھایا ہے: ''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہ ہوں گے مگر اس طرح کہ جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھوکر خبطی بنا دے''۔

اس آیت میں سود خوروں کی اصل حقیقت بے نقاب کی گئی ہے۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے حلال وحرام کو برابر کر دیا، سود اور بیع کو یکساں سمجھا۔ ظاہر ہے کہ حلال وحرام کو برابر سمجھنا حواس باختہ انسان کا ہی کام ہے۔ اسی لیے ان لوگوں کی سزا یہ قرار دی گئی ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنی قبروں سے دیوانوں کی طرح مخبوط الحواس اُٹھیں گے۔

- تمثیل کا پیرایۂ بیان ترغیب و ترہیب کے لیے بہت موزوں ہوتا ہے۔
- دنیا میں بے شمار انسان ایسے ہیں جو باتوں کو بڑی دیر میں یا مشکل سے سمجھ پاتے ہیں۔ ان کے لیے تمثیلی انداز بیان زیادہ موزوں ہوتا ہے اور وہ مثالوں کو جلدی سمجھ جاتے ہیں۔

تمثیلات کے مقاصد

تمثیلات کے ذریعے قرآن مجید فہمِ دین اور روحِ دین اپنے مخاطبین کے دلوں میں اتارنا چاہتا ہے تاکہ وہ حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ قرآن مجید نے خود ان تمثیلات کے دو مقاصد بتائے ہیں:

۱- تذکرہ اور یاددہانی کے طور پر، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا:

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (الزمر

۳۹:۲۷) ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تا کہ لوگ یاددہانی حاصل کریں۔

شیخ عزالدینؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امثال اس لیے بیان کی ہیں تا کہ اس سے بندوں کو یاددہانی اور نصیحت کا فائدہ حاصل ہو۔

۲-تفکر، یعنی غور وفکر کرنے کے لیے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (الحشر ۵۹: ۲۱) اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ غور وفکر کریں۔

انھی اغراض ومقاصد کے لیے دیگر آسمانی کتابوں میں ضرب الامثال کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ انجیل کے ایک باب کا نام ہی سورۃ الامثال ہے۔